ادیب کا سماجی شعور

The Writer's Social Consciousness

Saima Mir
Lecturer, Mirpur University of Science and Technology (MUST), Mirpur, Azad Jammu and Kashmir (AJK)
Email: saima.edu@must.edu.pk ORCID: https://orcid.org/0009-0007-0165-1509

Dr. Nazia Malik
Assistant Professor, Urdu Department, NUML, Islamabad.
Email: nmalik@numl.edu.pk ORCID: https://orcid.org/0009-0001-4302-8420

ABSTRACT:

A writer cannot survive in a social isolation. He writes for the benefits of society and links societal issues to his writings. One of the authors from the 19th century, Muhammad ilyas, made excellent use of the time in his writings. He used his works to highlight the social, economic, and political issues of the time because, like other writers, he had a keen awareness of socialization and could not ignore in his immediate environment. He appears to represent the issues, misfortunes, and suffering of his community. This study has the goal of highlighting and valuing particular traits of the writer.

***Keywords**:*
Awareness, Socialization, Immediate, Misfortunes, Political, Economical.

ملخص: کوئی بھی ادیب اپنے معاشرے سے بیگانہ نہیں رہ سکتا۔ وہ معاشرے کے لیے لکھتا ہے اور معاشرے کے مسائل سے اپنے قلم کو جوڑتا ہے۔ محمد الیاس ۹۰ کی دہائی میں لکھنے والے ایسے ادیب ہیں جنھوں نے اپنے عہد کے شعور کو بخوبی اپنی کہانیوں میں برتا ہے۔ اور اس عہد کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کو اپنی افسانوی کہانیوں کے ذریعے اجاگر کیا ہے۔ کیونکہ دیگر ادیبوں کی طرح وہ بھی گہرا سماجی شعور رکھتے ہیں اور اپنے ارد گرد کے مسائل سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ وہ اپنی تحریروں میں اپنے معاشرے کے مسائل، دکھ اور تکالیف کی عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ تحقیق کا مقصد بھی مصنف کی اس خوبی کو سامنے لانا اور ان کے کام کو سراہنا تھا۔

کلیدی الفاظ: شعور، عکاسی، سراہنا، بیگانہ، ادیب، دہائی، بخوبی، اجاگر

ژاں پال سارتر کے بقول:

> "ایک سنجیدہ ادیب جانتا ہے کہ اس کا ہر لفظ اہم ہے۔ وہ زندگی اور انسانوں کی حقیقتوں کو دوسرے انسانوں پر بے نقاب کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور اس کام کے لیے الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔ اس لیے اسے الفاظ کی ذمہ داری اٹھانی پڑتی ہے جو وہ اپنی تخلیق میں استعمال کرتا ہے "[۱]

محمد الیاس نے سسکتے، بلکتے انسان کے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے افسانوں کے موضوعات زندگی سے قریب تر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قاری ان کے افسانوں کو اپنی زندگی کے قریب تر سمجھتے ہوئے اسے دلچسپی سے پڑھتا ہے۔ ان کا خوبصورت انداز بیاں ہمیں معاشرے کی اصلی حقیقت سمجھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ادیب بند آنکھوں سے لکھتا ہے، نہ سوچتا ہے۔ معاشرتی حالات ہی ایک ادیب کو لکھنے کی تحریک دیتے ہیں۔ اس کی داخلی کیفیت بھی اس کی تحریروں میں جھلکتی ہے۔ مگر یہ داخلی کیفیت انہی خارجی کیفیات کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں۔ اردو ادب میں نظیر اکبر آبادی ہوں یا غالب، اقبال، حالی ہوں یا فیض نیز ان جیسے دیگر نامور لکھاری، انہوں نے اپنے دور کی خوشی، یا غم کو ہی دکھانے کی کوشش کی ہے۔ راجہ شکیل انجم لکھتے ہیں:

> "جب آدمی کو تخلیق کیا گیا تو ادب اور زندگی ساتھ ساتھ تھے۔ گویا ادب زندگی ہے اور زندگی ہی ادب۔۔۔ کیونکہ ہر تخلیق زندگی ہی کی علامت ہے اور زندگی ہی در حقیقت تخلیق ہے "[۲]

۹۰ کی دہائی یوں تو جمہوریت کا دور تھا۔ مگر وہ نام نہاد جمہوریت بھی سیاسی لحاظ سے افراتفری اور بد انتظامی ہی لائی تھی۔ اس سے پہلے بھی سیاسی حالات دگر دوں رہے۔ کیونکہ پاکستانی عوام کے لیے سیاسی دور کوئی بھی ہو انہیں ارباب حکومت کی طرف سے بدعنوانی کا تحفہ ہی ملتا رہا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد افضال بٹ لکھتے ہیں:

> "۸۰ اور ۹۰ کی دہائی میں جو صورتحال تھی وہ اصل میں ماضی سے وابستہ ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان کے سیاسی حالات ہی ایسے رہے کہ اچھے حکمران نہ نصیب ہو سکے۔ جو عوام کی خوشی، فرحت اور جذبات و مسرت کے لیے فیصلے لیتے ہوں" [۳]

۹۰ کی دہائی نواز حکومت اور پیپلز پارٹی کی تھی۔ ان دونوں حکومتوں کا تھوڑے تھوڑے وقت کے لیے آنا پالیسیاں بنانا، پالیسیوں پر عمل درآمد نہ ہونا اور پھر اسمبلیاں ٹوٹنا ان تمام نے عوام کو بری طرح متاثر کیا۔ "فرشتے" مصنف کا

ایک ایسا افسانہ ہے جو کرپشن کی بہترین مثال ہے۔ اس میں انسان کی اس فطرت، عادت اور جبلت کو لایا گیا ہے جس میں وہ گناہ اور ثواب کی تمیز بھول کر اپنے ہر کام کو جائز سمجھتا ہے۔ مگر دنیا والوں کو دکھانے کے لیے باوقار، عزت دار زندگی کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ مگر ان سب کے باوجود معاشرہ ایسے ہی لوگوں کو عزت و تعظیم دیتے ہیں۔ مصنف نے افسانے میں منافق لوگوں کی بہترین تصویر کشی کی ہے۔ فرشتوں جیسی بلکہ انسانوں جیسی صفات رکھنے والے لوگ اب ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ کیونکہ اب دنیا کے چپے چپے پر شیطانی صفات رکھنے والے لوگ ہی موجود ہیں۔ لطیف کاشمیری تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

"فرشتے مراعات یافتہ بزنس مین طبقے کی نفسیات، ان کی بد مستیوں اور ان کے پسندیدہ مشاغل کی نقاب کشائی کرتا ہے"[۴]

ہمارے ملک میں سیاسی مفادات اٹھائے جاتے ہیں اور وقت ختم ہونے پر رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ سیاسی مالکنان اور عوام کے درمیان ہمیشہ خلیج قائم رہی۔ عوام کے مسائل عوام تک ہی رہ جاتے ہیں، حکمرانوں تک نہیں پہنچ پاتے۔ حکمرانوں کی چالبازیوں، مکر و فریب کا خمیازہ ہمیشہ غریب عوام کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ حکمرانوں کی فطرت اور مکارانہ چالوں کا عکس عوام کی زندگیوں پر بھی پڑتا ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے حکومتی استقامت بہت ضروری ہوتی ہے۔ مدبر اور صاحب بصیرت حکمرانوں کی زیر نگرانی ہی ملکی معیشت ترقی کرتی ہے۔ ۱۹۸۹۔۹۰ کے عرصے میں ہر بار کی طرح کرپٹ حکمرانوں نے قومی دولت کو ۹ کروڑ ۵ لاکھ کا خسارہ دیا۔ یہی خسارہ عوام کو ٹیکس کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ غریب عوام پھر یہی کرتی ہے جیسا مصنف نے افسانہ "ڈوگرہ" میں دکھایا۔ اس افسانے میں مکروہ چہروں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ دولت کی ہوس نے ہمارے معاشرے کے اخلاقی معیار کو اتنا گرا دیا ہے کہ لوگوں کے اندر غلط کام کرتے ہوئے اب احساس ندامت بھی جاتا رہا۔ افسانے میں معاشرے کے اس رویے پر تنقید کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے ہم اولاد کی تربیت بھی اسی انداز سے کر رہے ہیں کہ سوائے لالچ، دولت کی ہوس اور شہرت کے سوچ کسی اور طرف جاتی ہی نہیں۔ یہی ہمارے معاشرے کا رجحان بن گیا ہے اور یہی وہ رجحان ہے جس میں معاشرے تنزلی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ناجائز دولت کمانے والوں کے پاس بے شمار راستے ہیں جس سے وہ شہرت و اقتدار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اپنی ہر خواہش بھی پوری کر لیتے ہیں۔ غریبوں کا حق غصب کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی نظام کو بھی تباہ کرتے ہیں۔ بقول محمد عبد القادر عمادی؛

"سماج میں ایسے افراد کی بھی خاصی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے جو سماجی طرز زندگی سے اپنے مفادات کے لیے انحراف کرتے ہیں۔ انسان کی فطرت میں

سہل پسندی، خود غرضی، لالچ اور مفاد پرستی کے جذبات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی تکمیل کے لیے بعض لوگ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جن سے ان کے مفادات کی تکمیل تو ہو جاتی ہے لیکن ان کے مفادات کے حصول کے مروجہ قاعدوں اور اقدار کے خلاف عمل کرتے ہیں"۵؎

ہمارے ہاں دیکھا جائے تو سابقہ سیاستدانوں نے مذہبی علماء اور صنعت کاروں کو سیاست میں لاکر بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔ مذہبی اجارہ دار بلخصوص عورت پر ہر قسم کی پابندی عائد کرنے لگے۔ اور ہر جگہ عورت کا استحصال ہونے لگا۔ صنعت کاروں نے جاگیر دارانہ نظام کو فروغ دیا۔ یہاں سے غریب کا استحصال شروع ہوا۔

افسانہ "ٹوڈا" میں کم ذات انسان کی کسمپرسی اور بے چارگی پر بات کی گئی ہے۔ ہندوانہ رسومات ہمارے اندر اتنی رچ بس گئی ہیں کہ باوجود علیحدگی کے ابھی تک انہی ذات پات کے نظام میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور ایک ایسا نظام بنا دیا ہے جس میں غریب ایک ایک سانس مالک اور بڑی ذات والے کے حکم سے لیتا ہے۔ غریب اور کم ذات ہمیشہ سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ازل سے ہی جاگیر داروں کی نسلوں کو یہ باور کروایا جاتا ہے کہ وہ من مانی کرنے میں ازاد ہیں۔ یہ مختصر سا افسانہ بہت ہی سبق آموز ہے اور امیر غریب کے فرق کو واضح کرنے والا ہے۔ "عورت، گھوڑا اور مرد" عورت کے استحصال پر مبنی افسانہ ہے۔ عورت کی جگہ گھر ہے نہ سسرال۔ یہ صنف نازک محض عورت ہونے کے جرم میں سب کچھ برداشت کرتی ہے ایک پسماندہ عورت کی کہانی جو خاوند سے عزت و پیار نہیں چاہتی بلکہ بس دو وقت کی روٹی چاہتا ہے مگر اس مرد کی مردانگی کو اس وقت سکون ملتا جب وہ بیوی اور بچوں کو نہ صرف بھوکا رکھتا بلکہ اسے مارتا پیٹتا اور بات بات پہ بے عزت کرتا۔ اب جبکہ دنیا بہت آگے نکل چکی ہے مگر انسان کی اس معاملے میں سوچ ابھی تک فرسودہ ہی رہی۔ بقول شکیل احمد:

"پرانے زمانے میں بیوی شوہر کی مار کھاتی تھی۔ ٹھوکریں سہتی تھی۔ بے عزتیاں گوارا کرتی تھی۔۔۔۔ اب بے عزتیاں سہنا سب سے بڑا عیب اور نسوانیت کے خلاف سب سے بڑا جرم ہے"٦؎

مصنف کا یہ افسانہ سماج کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

"وارے کی عورت" بھی مصنف کا ایک شاہکار افسانہ ہے جس میں عورت کی حق تلفی ہوتی ہے۔ نام تو اس کا بھاگ بھری ہے مگر اس کا نام اس کے نصیب کے بالکل برعکس ہے۔ بچپن سے ہی غربت اور افلاس میں زندگی گزارنے

والی یہ بھاگ بھری کبھی اپنے بھاگوں کو نہ جگا سکی۔ ایک نظر انداز کی ہوئی عورت کی اپنی شخصیت و ذات بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور ہمارا معاشرہ عورت کو یہی مقام دیتا ہے۔ بقول نصیر احمد ناصر:

"محمد الیاس" وارے کی عورت بڑا جاندار افسانہ ہے۔ "وارے کی عورت" پڑھتے ہوئے عصمت چغتائی کا افسانہ "ننھی کی نانی" اور بشریٰ اعجاز کا افسانہ "رحمو رام ریاں والی" یاد آتے ہیں۔ ان تینوں میں بھوک مشترک موضوع ہے تینوں کے مرکزی کردار اس طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں جہاں ساری قدریں دو وقت کی روٹی کے حصول کے لیے ننگے پن کا شکار ہو جاتی ہیں"۔ ۷

اس افسانے میں سماجی اقدار کی پائمالی، خود غرضی، بے حسی اور استحصالی رویوں کو خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کا افسانہ "حیا" بھی منافق زدہ معاشرے کی تصویر کشی کر رہا ہے۔ اس میں صاحب حیثیت لوگوں کی بے حسی کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ لوگوں کے دلوں پر خود غرضی، لالچ، بے حسی اور انا کی برف جم گئی ہے۔ خود تو اس ملک سے ہر طرح کی آسائش حاصل کر لیتے ہیں لیکن ملک پر آزمائش کی صورت میں خود کو سب سے زیادہ لاچار، فقیر اور بے بس ظاہر کرتے ہیں۔ افسانہ ایسے لوگوں پر طنز ہے جن کی اولادیں مغرب میں زیر تعلیم ہیں، خود یہاں زندگی کا ہر مزہ لوٹ رہے ہیں مگر جذبہ حب الوطنی نام کو نہیں۔ دراصل بدعنوانی ایسے لوگوں کی سرشت میں شامل ہو چکی ہے۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ رقمطراز ہیں؛

"مجبور ملک لوٹنے والے خادمان قوم کا فسانہ ہے۔ جس کا قومی خزانہ اور شہرت و حکومت کی آرزو جن کے ہر عمل کا آشیانہ ہے۔ ایک کاٹ دار گہرے طنز کے نشتر سے محمد الیاس کے ہمارے معاشرے کے ناسور کا اپریشن کیا ہے جو قوم اور ملک کے وجود کو زاتی نام و نمود کی الائشوں سے بھرتا جا رہا ہے"۔ ۸

کسی بھی معاشرے میں جب بے حسی بڑھ جاتی ہے تو پھر راہ ہدایت یا راہ راست پر ان کا آنا ممکن نہیں رہتا۔ ایسے معاشروں پر اللہ کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔ پھر ان کا بھی وہی حال ہوتا ہے جو ماضی میں نافرمان اور سرکش قوموں کے ساتھ ہوا۔ حضرت مولانا حکیم محمد صادق کا کہنا ہے:

"جو ظلم کرنے والے حاکم ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے سوچیں کہ ان کی عاقبت کس قدر تاریک اور انجام کتنا بھیانک اور خوفناک ہو گا"۔ ۹

"پورا تول" ایک ایسا افسانہ جو منافق زدہ چہروں کو سامنے لاتا ہے۔ایک بھولی لڑکی چھوٹی عمر میں شادی کر کے اگلے گھر کی ہوئی۔ مگر آہستہ آہستہ زندگی کی حقیقت کو سمجھنے لگی۔ ساری زندگی محنت کرتی خاوند کا ساتھ دیتی رہی، بیمار ہو کر بستر پر پڑی تو خاوند نے دوسری شادی کر کے سارا زیور ہتھیا لیا۔ قربانی دینے والی عورت کی کہانی جس کی خوشیوں، آسائشوں اور مسرتوں کے بارے میں اس کے جیون ساتھی نے کبھی نہ سوچا۔اس کا یہ دکھ سکھ کا ساتھی اس کی خوشیوں کا قتل کر کے اپنی خواہشات کا مینار تعمیر کرتا رہا۔

غرض ان تمام افسانوں میں مصنف نے معاشرے کے کھردری ، میلی اور ہضم نہ ہونے والی حقیقت کو عیاں کیا ہے۔ہم مسلمان ہونے کے باوجود اپنے اخروی انجام سے بے خبر دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے میں ہی مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں۔ اپنی مکاری، چالاکی، ریاکاری اور چالبازی سے یہ اپنا مقصد پورا کر کے دوسروں کی زندگیوں کو جہنم بنادیتے ہیں۔ افراتفری اور لالچ کے اس دور میں سب سے بڑی ملاوٹ تو انسانی خون میں ہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ کبھی اپنے رشتوں میں ملاوٹ کرتے ہیں اور کبھی چیزوں میں۔ان کے قول و فعل میں تضاد انسانی رشتوں، معاشرتی روابط اور انسانی عقیدوں میں تضاد کا موجب بنتا دکھائی دیتا ہے۔

۹۰ کے عرصے میں ہی سیلاب جیسی آفت کا بھی پاکستانیوں کو سامنا کرنا پڑا۔ ہر دور میں کسی بھی طرح کی آفت اور آزمائش سے نپٹنے کے لیے سیاسی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح کی صورتحال میں اگر لوگوں کے دکھوں، تکالیف اور مسائل کا بہتر تلاش نہ کیا جائے تو جرائم پیشہ افراد کی تعداد بڑھ جاتی ہے لوگ گھر سے بے گھر ہو گئے، فصلیں تباہ ہو گیئں، مال مویشی سب تباہ ہونے کی وجہ سے ملکی معیشت بھی خطرے میں پڑ گئی، جب معاشی لحاظ سے انسان کمزور ہونا شروع ہوتا ہے تو نفسیاتی لحاظ سے بھی کئی طرح کی الجھنوں کا شکار ہوتا ہے پھر بد اخلاق رویوں کا سامنے آنا ایک فطری عمل بن جاتا ہے نیز بہت سی اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں، غربت، بھوک اور لالچ عام ہو جاتے ہیں۔ انسان کے دکھوں کا مداوانہ ہو سکے تو وہاں بے چینی اور عدم تحفظ کا راج ہو جاتا ہے۔ مصنف کے زیادہ تر افسانے ایسے ہی معاشرے کے غیر اخلاقی رویوں کے بارے ہیں۔ سیاستدانوں کے اس غیر دانشمندانہ اور غیر جمہوری رویے نے عوام کو ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا جہاں سوائے نقصان اور بربادی کے انہیں کچھ نہ ملا۔ اے ایچ خیال کا کہنا ہے:

"پاکستان اور بد عنوانی لازم و ملزوم بن چکے ہیں۔۔۔ یہ ہماری شناخت ہے
اور اسی لیے آج ہمارا شمار دنیا کے بدترین ممالک میں ہوتا ہے"۱۰

اس کے علاوہ کسی بھی دور کی تعلیمی پالیسیاں ہمیشہ ناقص رہیں جس سے تعلیم کا شعبہ متاثر ہوتا ہے۔ پہلے سے موجود تعلیمی اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے اور بچوں کی خاص طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت کی بجائے نئے

انگریزی سکولز متعارف کرائے گئے۔ تعلیم کے معیار کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کا معیار بھی پست ہوتا چلا گیا۔ ڈاکٹر شاہد صدیقی کا کہنا ہے:

> "The history of educational policies in Pakistan is replete with non- consultative abrupt decisions. One such example was the nationalization of the private and missionary educational Institutions by Zulfiqar Ali Bhutto in 1972. Another example of an unplanned and abrupt decision was the establishment of Danish schools by Shahbaz Sharif". ال

اقتدار کے نشے کی لت پڑنے کے بعد اس انسان سے کسی بھی سیدھے کام یا نیکی کی توقع رکھنا بے وقوفی ہے۔ "ڈاکٹر پیشہ افراد کس طرح گیا اور لالچ کی دنیا میں گر چکے ہیں وہ لوگ جنہیں انسانوں کو زندگی عطا کرنے کا اللہ نے وسیلہ بنایا ہے۔ یہی لوگ پیسے کی خاطر مریضوں کی ہڈیاں تک چبا ڈالتے ہیں۔ اپنے فرض سے کوتاہ نظر اب پیسہ ہی ان کی زندگی کا حاصل مقصد بن چکا ہے۔ اس پیشے سے غداری کرنے والے لوگوں کی خصلت کو سمجھنے میں یہ افسانہ "ڈاکٹر لوگ" بہت اہم ہے۔ بقول شبنم رومانی:

> "محمد الیاس نے اس افسانے میں ایک چھوٹی سی کہانی کے ذریعے ایک بڑی سماجی کمزوری کی نشان دہی کی ہے" ۱۲

یہ ایسے موضوعات ہیں کہ جن پر بہت کم لوگ بات کرنے کی جرآت کرتے ہیں۔ دین اسلام میں بہت زیادہ حرص اور لالچ سے منع کیا گیا ہے۔ مولانا حبیب الرحمان کے بقول:

> "اسلام کی تعلیم اعتدال اور میانہ روی کی ہے۔ نہ تو راہبوں کی طرح دنیا سے کنارہ کش ہونا چاہیے، اور نہ ہی مال و دولت میں اس قدر انہماک ہونا چاہیے کہ زندگی کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے" ۱۳

منافقت کے حوالے سے ہی ایک اور افسانہ "ایسی ویسی بات" قابل ذکر ہے۔ ایسے خاندانوں کی کہانی جو اپنے وطن سے روزی کی خاطر دوسرے ملکوں کی خاک چھانتے ہیں، مگر دو تہذیبوں کا تصادم اس وقت سامنے آتا ہے جب ان کی اولادیں جوان ہو کر ان کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں اور تیزی سے غیر ممالک کی تہذیب اپنا رنگ روپ اثر دکھانا شروع کرتی ہے۔ خالد یوسف کا کہنا ہے:

> "کسی بھی تہذیب سے معاشی مفادات حاصل کر کے اس کے ضمنی اور مضر اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کیک بھی کھا لیا جائے اور بچا کر بھی رکھ لیا جائے" ۱۴

مصنف نے "انا" کے ذریعے بتایا ہے کی جس معاشرے میں اس طرز اور اس قماش کے لوگ پیدا ہوتے ہیں وہ معاشرہ خوشیوں اور انصاف سے محروم ہو جاتا ہے۔

غرض کوئی بھی ادیب بیرونی دنیا میں ہونے والے واقعات وحالات سے اپنے جذبات کو الگ نہیں کر سکتا۔ حقیقی دنیا میں بیٹھ کر وہ خیالی دنیا کی باتیں نہیں کر سکتا۔ ادب نام ہے جذبات کے اظہار کا نام۔ بقول اختر حسین رائے پوری:

> "انسان خیالات و جذبات کا مجموعہ ہے۔ سائنس خیالات میں ربط و نظم قائم کرنا اور ان کی تارش خراش کرتا ہے، آرٹ جذبات کو بناتا، سنوارتا اور نقش و نگار اشارات و الفاظ کے ذریعے ان کی ترجمانی کرتا ہے۔ ادیب اپنی جذباتی کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنانا اور اپنی افتاد طبیعت کے مطابق اس کی کانٹ چھانٹ کرتا ہے مدعا یہ ہے ادب جذبات کی بولتی ہوئی تصویر ہے"[۱۵]

محمد الیاس کی کہانیاں بھی اس دور کے گہرے سماجی شعور کا پتہ دیتی ہیں۔ بقول ڈاکٹر فہیم اعظمی:

> "آپ کے افسانوں کی ساخت آپ کے ماحول اور معاشرے کا پتہ دیتی ہے"[۱۶]

ایک ادیب کا اصل کام بھی یہی ہے کہ وہ اپنے اس فن میں کوئی مقصد پیدا کرے۔ ایسی تحریریں سامنے لائے جس سے قاری بھی اپنے معاشرے کی برائیوں کا کھلی آنکھ سے مشاہدہ کر سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ادیب اپنی تحریروں سے معاشرے میں موجود بگاڑ، کج روی اور خرابیوں کی نشاندہی کرے۔ نیز معاشرتی اصلاح کا فریضہ بخوبی سرانجام دے۔ محمد الیاس نے اپنے افسانوں کے ذریعے یہ فریضہ بخوبی سرانجام دیا ہے۔ بقول حشرت رومانی:

> "انہوں نے اپنے افسانوں میں انسان کی اخلاقی اسرار و رموز خصوصی طور پر خالص انسانی سطح پر بیان کیے ہیں۔ جن کی بنیاد انسانیت کی اعلی اقدار ہیں ان کے یہاں جو ذہنی ادراک ہے، اس کا تعلق معاشرتی شعور سے ہے"[۱۷]

غرض مصنف نے اپنے ہر افسانے میں کسی نہ کسی معاشرتی مسلے کو بیان کیا ہے۔

(References حوالہ جات)

1. https://www.humsb.com.pk

۲۔ راجہ شکیل انجم، ادب زندگی ہے، پورب اکادمی، اسلام آباد، ص: ۳۵، ۲۰۰۴

Raja Shakeel Anjum, Adab Zingi Hi, Purab Academy, Islamabad, Safa, 35, 2004

۳۔ محمد افضال بٹ، ڈاکٹر (انٹرویو) از صائمہ میر، ۱۴ اپریل ۲۰۲۱، بوقت۔ ۱۱:۱۵

Muhammad Afzal But Doctor (Interview) AZ Saima Mir, 14 April, 2021, Bawaqt .11.15

۴۔ لطیف کاشمیری، فرشتے (تبصرہ) ماہنامہ، ابلاغ، پشاور اپریل، ص: ۲۷ ، ۱۹۹۸
Latief Kashmiri, Farishty (Tabsra) Mahnama Iblagh, Peshawer, April, Safa: 27, 1998
۵۔ محمد عبدالقادر عمادی، ڈاکٹر، ہندوستان کے سماجی مسائل، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ص: ۷۴، ۱۹۸۰
Muhammad Abdul Qadir Amaadi, Doctor, Hindustani K Smaji Msael, Taraq Urdu Bureau, Nei Delhi, Safa, 74, 1980
۶۔ شکیل احمد، ڈاکٹر، اردو افسانوں میں سماجی مسائل کی عکاسی، ایاز احمد علی الماس، دومن پور، ص: ۷۴ ، ۱۹۸۴
Shakeel Ahmed, Doctor, Urdu Afsanu Mn Smaji Msael Ki Akasi, Ayaz Ahmed Ali Almaas, Domen Pur, Safa, 74, 1984
۷۔ نصیر احمد، ناصر، وارے کی عورت (تبصرہ) مطبوعہ، ابلاغ، پشاور، جلد ۱۱، شمارہ ۴ ، ص: ۱۰۳، ۱۹۹۵
Nasser Ahmad Nasir, Wary Ki Orat (Tabsra) Matbua, Iblagh, Peshawer, Jild, 11, Shamara, 4 Safa, 103, 1995
۸۔ محمد فیروز، پروفیسر، دوزخ میں اک پہر (تبصرہ) مطبوعہ: سہ ماہی تادیب انٹرنیشنل، برطانیہ پاکستان، جلد ۱، شمارہ ۲، ص: ۱۵۵، ۲۰۰۳
Muhammad Feroz, Professor, Dozakh Mn Ik Pehr (Tabsra) Matbooa, Sehmai Tadeeb International, Bertaniya, Pakistan, Jild, 1 ,Shmara, 2, Safa, 155, 2003
۹۔ حکیم محمد صادق، مولانا، ریاض الاخلاق، علی آصف پرنٹرز، لاہور، ص: ۱۷۸، ۲۰۰۴
Hakeem Muhammad Sadiq, Molana, Riazul Akhlaq, Ali Asif Printer, Lahore, Safa, 178, 2004
۱۰۔ خالد علوی، انسان کامل ﷺ، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور، ص: ۵۷۴ ، ۲۰۰۲
Khalid Alvi, Insane Kamel, Alfesil Naashran O Taajran, Kutab, Urdu Bazar Lahore, Safa: 574, 2004
11. Dr, Shahid Siddique, The History of Educational policies in Pakistan Article, published, The News International, April 6, 2021.
۱۲۔ شبنم رومانی، اغوا (تبصرہ) مطبوعہ اقدار، کراچی، جلد، ۴، شمارہ، ۳، ص: ۴۸
Shabnum Romani, Ighwa, (Tabsra) Matbooa, Iqdaar, Karachi, Jild, 4, Shamara. 3, Safa 48.
۱۳۔ حبیب الرحمان، مولانا، ناپسندیدہ اخلاق، دعوت اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ص: ۲۲ ، ۲۰۰۰
Habib UR Rehman, Molana, Napsandeeda Akhlaq, Dawet Academy Benul Aqwami Islami University, Safa, 22, 2000
۱۴۔ خالد یوسف، ایسی ویسی بات (تبصرہ) مطبوعہ، ابلاغ، پشاور، جلد ۹، شمارہ ۸، ص: ۱۰۱ ، ۱۹۹۹
Khalid Yousaf, Esi Wesi Baat (Tabsra) Matbua, Iblagh, Peshawer, Jild, 9, Shamara, 8, Safa: 101, 1999
۱۵۔ اختر حسین رائے پوری، ادب اور زندگی، انجمن ترقی ادرہ اورنگ آباد، دکن، ص: ۴۵۱ ، ۱۹۳۵
Akhter Hussain Ryapuri, Adab Aur Zindgi, Anjman Traqqi Idara Orang Abad, Dakan, Safa, 451, 1935
۱۶۔ فہیم اعظمی، ڈاکٹر، خطوط، مطبوعہ، صریر کراچی، جلد ۶، شمارہ ۵، ص: ۱۲، ۱۹۹۰
Faheem Azmi, Doctor, Khattot, Matbua, Sareer Karachi, Jild 6, Shamara 5, Safa, 12, 1990
۱۷۔ حشرت رومانی، چند ہم عصر افسانہ نگار، جاوداں پبلیکیشنز ایچ رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی، ص: ۱۰۳، ۲۰۰۴
Ishrat Romani, Chand Hm Safar Afsana Nigar, Jawdan Publications Ech Rizviya Society Nazm Abad Karachi, Safa, 103, 2004